ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

جنت کی ضمانت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ "جو شخص ان چھ باتوں کا مجھ سے وعدہ کرے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں:

۱۔ جب بات کرے تو جھوٹ نہ بولے۔

۲۔ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔

۳۔ کوئی اس کے پاس امانت رکھے تو خیانت نہ کرے۔

۴۔ نگاہ کو نیچی رکھے (یعنی جن کو دیکھنے سے اللہ نے منع کیا ہے انہیں نہ دیکھے)۔

۵۔ اپنے ہاتھ کو ظلم سے روکے۔

۶۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے بھی انہی چھ چیزوں کے وعدے پر حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح جنت کی بشارت کی ضمانت کی روایت آئی ہے۔

دو روپے

درسِ حدیث

حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَرَکْتُ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (متفق علیہ)

ترجمہ: نقل ہے حضرت اسامہ بن زید سے انہوں نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں کے فتنے سے زیادہ ضرر دینے والی چیز کوئی نہیں چھوڑی۔ (اس حدیث پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہے)

ربط: گزشتہ پانچوں احادیث کے ساتھ اس حدیث پاک کا ربط یہ ہے کہ ان میں نکاح کا حکم مذکور ہے اور اس حدیث میں عورتوں کو مردوں کے لئے فتنہ قرار دیا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں تمام فتنوں کی سرکوبی فرما دی تھی صرف عورتوں کا فتنہ باقی رہ گیا تھا۔ اور دوسری بات ماقبل سے ربط لگانے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہی عورتیں باعث فتنہ ہو سکتی ہیں جو نیک اور صالحہ نہیں ہیں اور جو متقیہ اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہوں گی وہ نہ صرف مرد کے لئے باعثِ سکون ہوں گی بلکہ وہ قوم اور برادری میں اتفاق واتحاد کا محور اور سنگ میل ثابت ہوں گی۔

خلاصہ مطلب: سکون اور فتنوں سے بچنے کے لئے نیک عورت سے نکاح کرنا چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَاءِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن سعید خدری سے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میٹھی تر وتازہ ہے اور اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے — پھر دیکھے گا کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ یقیناً بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو فتنہ رونما ہوا — وہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

ربط: پچھلی احادیث کے ساتھ اس حدیث کا ربط وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں بیان ہو چکا ہے

تشریح: اس حدیث پاک میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک پیشین گوئی دو خطرات، ایک تاریخی واقعہ۔ پیشین گوئی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خلیفہ بنائے گا۔ (جو مکمل ہو گئی) دو خطرات میں سے پہلا خطرہ حُبّ دنیا اور دوسرا خطرہ ہے حُبّ النساء، فرمایا ان دونوں سے بچ کر رہو۔ چوتھی چیز تاریخی واقعہ ہے کہ بنی اسرائیل پر عورتوں کی وجہ سے زوال آیا۔

(باقی ۲۷ پر)

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدّام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۱۷

بیاد
جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت
مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت
عبد الرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: ۲/- روپے
چندہ سالانہ
سالانہ ۸۰/- روپے
ششماہی ۴۵/- روپے

۲۳ صفر ۱۴۰۶ھ

اسلامی نظامِ حیات

نفاذ کی راہ میں حائل رکاوٹیں کیا ہیں؟

وفاقی وزیر قانون نے کہا ہے کہ سرمایہ داروں، وڈیروں اور جاگیرداروں کو اسمبلیوں میں ۹۵ فی صد افراد نے ووٹ دے کر منتخب کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ملکی مفاد کے لیے پانچ فی صد بھی کام نہیں کرتے۔ ان میں ایسے شاعر بھی ہیں جو یوم پاکستان پر پانچ روپے کا جھنڈا بھی خرید کر نہیں لہراتے۔ ایسے عوامل کی موجودگی میں اسلام کہاں سے آئے گا؟ وزیرِ قانون نے اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر رُکتے رُکتے قدرے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ایک عالم کہتے ہیں چوری کی سزا میں انگلی یہاں سے کاٹو اور دوسرا عالم ان سے اختلاف کرتا ہے۔ میں علماء کو یہ کہتا ہوں کہ وہ تلقین کریں کہ چوری ہی نہ کی جائے"۔ وزیرِ قانون لاہور میں آغا شورش کاشمیریؒ کی یاد میں منعقدہ جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ملک میں ابھی سینکڑوں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کی بیڑی غرق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

محترم وزیر قانون نے اسمبلیوں کی نشستوں پر مفاد پرست جاگیرداروں، وڈیروں اور دولت مندوں کی موجودگی کو اسلامی نظام کی راہ میں جس طرح رُکاوٹ قرار دیا ہے وہ بالکل درست ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ ملک وقوم کے لیے نہیں سب کچھ اپنی دولت اور عیاشانہ تسلط قائم رکھنے کے لیے کرتے ہیں۔ اُن کی سیاست بھی اُن کے لیے منفعت بخش تجارت ہے۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہٗ نے الیکشن ۸۵ء کے بعد فرمایا تھا کہ دولت کی کشتی میں سوار ہو کر اقتدار کے ساحل تک پہنچنے والے لوگ جن کو بچانے کے لیے حکومت نے قوانین بدل دیے ہیں، یہ اسمبلیوں میں اگر پہلے اپنے لگائے ہوئے سرمائے کا حساب پورا کریں گے، پھر منافع دیکھیں گے جس کی حدود کا کوئی تعین نہیں۔ بعدہٗ ممکن ہے کسی کو ملک و قوم کی خدمت کا خیال آ جائے جس کا بظاہر امکان نہیں۔ یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ یہ لوگ غریب محنت کش مزدوروں، کسانوں، چھوٹے ملازمین اور عام مسلمانوں کے ووٹوں سے اسمبلیوں میں پہنچے ہیں اور عوام نے انہیں منتخب کیا ہے،

لیکن سوال یہ ہے کہ جس نظام اور قوانین نے انہیں عوام سے منتخب کروا کر خاندانی اقتدار اور چودہراہٹیں مضبوط رکھنے کا موقعہ فراہم کیا وہ کس نے بنائے ہیں؟ جناب اقبال احمد خان وزیرِ قانون ہیں۔ وہ اگر اس کالے قانون اور نظام کو بدل کر اپنے سر کے بالوں کی طرح سفید اور اُجلا کر دیں تو اُن کے اقبال کا ستارہ اور اونچا ہو جائے گا اور قوم کو وڈیرہ شاہی کی موروثی بادشاہتوں سے نجات مل جائے گی۔ رہی بات اسلامی نظامِ حیات کے ملک میں نفاذ کی، تو وزیرِ قانون نے بتایا ہے کہ ان وڈیروں اور جاگیرداروں کو برسرِ اقتدار لانے والے عوامل کی موجودگی میں اسلام نہیں آسکتا ہے، مگر یہ وضاحت کرتے ہوئے اسی سانس میں دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ اسلامی قوانین کے بارے میں علماء میں اختلافات ہیں، اِس لیے میں علماء سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو تلقین کریں کہ وہ چوری ہی نہ کریں۔ کاش وزیرِ قانون اسلامی نظام کے لیے رکاوٹ کے عوامل میں یہ حقیقت بھی شامل کر لیتے کہ آج مملکت خداداد پاکستان میں وہی طبقہ برسرِ اقتدار رہا ہے جو قرآن و سنّت اور اسلامی احکام سے جاہل اور مغرب زدہ تھا۔ اگر اسلامی نظامِ حیات کا صحیح شعور اور اس کی ابدی صداقتوں پر ایمان و یقین رکھنے والا کوئی مفتی محمود وزیرِ قانون بن جاتا ہے تو جناب اقبال احمد خان کو یہ کہنے کی زحمت نہ ہوتی کہ انگلیاں کاٹنے کی سزا کے بارے میں علماء ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ پھر آٹھ سال اسلامی سوشلزم کی طرح اسلامی نظام کے نعرے لگا کر دینی قوتوں کو مفلوج کرنے کی سازشیں پروان نہ چڑھتیں۔

وزیرِ قانون کی اطلاع کے لیے ہم عرض کریں گے کہ بوریا نشین علماء ربانیین اعلاء کلمۃ الحق اور عوام کی اصلاح کے لیے ہر دور میں سرگرمِ عمل رہے ہیں۔ اُن کی دعوت کا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ لوگوں کو چوری، بدکاری، فحاشی، بدمعاشی اور حرام خوری جیسی رُوحانی بیماریوں کی ہلاکت خیزیوں سے خبردار کیا جائے۔ وہ اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں اور الحمدللہ ملک کے اندر دین کا جو غلغلہ پایا جاتا ہے وہ انہی حق پرستوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے، مگر معاف کیجئے جو لوگ چوریاں کرتے ہیں، ڈاکے ڈالتے اور معصوم زندگیوں کو دکھوں اور صدموں کے جہنم میں پھینک دیتے ہیں انکی تربیت اور فکری نشو و نما ہمارا نظامِ تعلیم اور ذرائع ابلاغ کرتے ہیں جن پر حکومت علماء کی نہیں وزیرِ قانون کے رفقاء کی ہے۔ پنجاب کے آئی۔ جی۔ پولیس جناب حافظ صباح الدین جامی نے یہ بات برملا کہی ہے کہ ٹیلیویژن بھی لوگوں کو جرائم کی تربیت دیتا ہے اور اُن کی یہ بات پیکرِ مجسّم بن کر اس وقت سامنے آگئی جب ٹی۔ وی پر ایک ڈرامے میں ایس۔ ایچ۔ او کا کردار ادا کرنے والا فن کار پولیس کی وردی پہن کر لوگوں سے پیسے بٹورتا ہُوا رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

وزیرِ قانون جناب اقبال احمد خان کو ہم یہ بھی یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ صوبہ سرحد کے وزیر مولانا عبدالباقی یہ پیش کش کر چکے ہیں کہ اگر مرکزی حکومت انہیں موقعہ دے تو وہ ایک دن میں اسلامی نظامِ حیات ملک میں نافذ کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم جملہ اعضائے حکومت سے التماس کریں گے کہ علماء کے اختلافات کا راگ الاپ کر اسلامی نظامِ حیات کے عدمِ نفاذ کا جواز پیش کرنے کی کوشش نہ کریں۔ انصاری

صوفی عبدالرحمن صاحب کا انتقال

گجرات۔ گذشتہ دنوں مولانا نذیر اللہ صاحب فاضل دیوبند بانی مدرسہ و مسجد حیات النبیؐ گجرات کے رفیق خاص صوفی عبدالرحمن صاحب شاہ فیصل گیٹ گجرات والے وفات پا گئے ہیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان

مولانا محمد اجمل خان

امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبیداللہ انورؒ

دینی پیشوا — سیاسی رہنما

مولانا عبیداللہ انورؒ ہسپتال میں داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سے جُدا ہوگئے۔ آپ حضرت سندھیؒ کے خانوادہ کے چشم و چراغ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرزند اور جانشین تھے۔ اللہ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا:

اصل محافظ تو اپنے دین کے
ہم خود ہیں۔"

جب وہ منتخب کرنے پر آتے ہیں تو فارس سے سلمانؓ، حبش سے بلالؓ، روم سے صہیبؓ کو اس کی خدمت کے لیے منتخب کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ ہر دور میں انتخاب فرماتے ہیں۔ اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار بعض دفعہ یوں بھی فرماتے ہیں کہ غیر مسلم گھرانے سے محدث و مفسّر اور ائمہ دین پیدا کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح مولانا احمد علی لاہوریؒ کو ایک نومسلم گھرانے سے چن کر ولی کامل اور شیخ التفسیر بنا دیا جس نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو باخدا بنا دیا۔ آپ کے والد صوفی حبیب اللہ مرحوم سکھ مت سے مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے۔

اللہ نے نومسلم کے صاحبزادے سے اپنے دینِ متین کی خدمت لی اور ان کو شیخ التفسیر کہلوایا۔ یہ بات بلاشک و ارتیاب کہی جاسکتی ہے کہ حضرت لاہوریؒ وقت کے ایک مفسّر، محدث، فقیہہ، مجاہد اور عارف کامل تھے۔ آپ توحید و سنّت کے ایک پرجوش علم بردار تھے۔ شرک و بدعت کے لیے سراپا یلغار تھے۔ ان کی شخصیت پر اسلاف و اخلاف اکابر و اصاغر سب کو ناز تھا۔ اہلِ اسلام کے لیے سراپا خیر و برکت تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے ساتھ احقر کا تعلقِ خاص تھا۔ کئی تبلیغی اسفار میں حضرت کی معیت میں رہنے کا شرف حاصل ہُوا اور ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء اسلام کے ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔

۱۹۶۲ء میں مولانا عبیداللہ انورؒ اپنے والد مولانا احمد علی لاہوریؒ کے جانشین مقرر ہوئے۔ مولانا عبیداللہ انور نے اس ذمہ داری کو جس احسن طریقے سے نبھایا اس کا زمانہ گواہ ہے۔ مجاہدِ ملّت بطلِ حریت فکرِ ولی اللہی کے امین مولانا عبیداللہ انورؒ کی ہمہ گیر شخصیت پر اُن کی حیاتِ مستعار میں لکھا گیا اور اُن کی وفات پر لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔

مولانا عبیداللہ انورؒ کی تعلیم و تربیت میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ہاتھ نمایاں ہے۔ مولانا عبیداللہ انورؒ اپنے اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ مجھے حضرت مولانا مرحومؒ کی رفاقت میں سالہا سال تبلیغی، دینی، سیاسی پلیٹ فارم پر کام کرنے کی سعادت میسّر آئی۔ اُن کو خلوت و جلوت میں اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے مزین پایا۔ اُن کو سیرت و کردار کے میدان میں منفرد حیثیت کا حامل پایا۔ اُن کی مجالس و محافل کو چغلی، غیبت اور اخلاق سیئہ سے پاک و صاف دیکھا۔ اُن کی طبیعت میں عاجزی انکساری فروتنی و خاکساری کے پہلو کو نمایاں پایا۔ اکابر کا ادب و احترام اُن کے خمیر و طینت میں وافر مقدار میں موجود تھا اور مولانا کی ساری زندگی دینِ حق کی اشاعت، مخلوق خدا کی خدمت اور عبادتِ الٰہی میں گزری۔

مولانا عبیداللہ انورؒ نے اپنے والد محترم

حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کی خدمت کی اور اس کی مثال رمضان شریف کا دورۂ تفسیر تھا۔ حضرتؒ نے ہر تحریک میں ہراول دستے کا کام انجام دیا۔ مولانا عبیداللہ انور کی موت اس دور کا عظیم سانحہ اور حادثہ ہے۔ اُن کا شمار برصغیر کے ممتاز دینی اور قومی راہنماؤں میں ہوتا ہے۔

انہوں نے مجددالف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے طول کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا عبیداللہ انورؒ اس دنیا سے رحلت فرما گئے لیکن اُن کی متحرک شخصیت غیر متزلزل کردار اور ہمہ پہلو جدّوجہد کے مناظر ابھی تک آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں اور ایک عرصہ تک ارباب عزیمت واستقامت اُن سے جہد و عمل کی روشنی اور حرارت حاصل کرتے رہیں گے۔

قومی زندگی میں مولانا کا کردار اس قدر ہمہ پہلو اور وسعتوں کا حامل ہے کہ ان پہلوؤں اور سمتوں کا احاطہ کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی وسعت درکار ہے۔ اُن کی دینی و سیاسی بصیرت اور خداداد صلاحیتوں نے ہر میدان میں انہیں صفِ اوّل میں امتیازی حیثیت بخشی۔

مولانا عبیداللہ انورؒ کی جدّوجہد میں سب سے نمایاں اور روشن پہلو اُن کی دینی حمیت وغیرت ہے کیونکہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان عالم دین اور اکابر علماء دیو بند کی فکری و عملی وراثت کا امین ہونے کی وجہ سے اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اسلام کی سربلندی۔ پاکستان میں اسلامی نظام کی عملداری اور غیر اسلامی قوانین کی بیخ کنی رہا۔ اُن کی عمر بھر کی محنت اور تگ ودو کا مرکزی نقطہ بھی یہی تھا۔ انہوں نے پاکستان میں مروجہ

> **اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اسلام کی سربلندی، پاکستان میں اسلامی نظام کی عملداری اور غیر اسلامی قوانین کی بیخ کنی رہا**

فرنگی قوانین کی تنسیخ اور اسلامی قوانین کی ترویج کی جدوجہد میں جمعیۃ علماء اسلام اور اور پاکستان قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے قائدانہ کردار ادا کیا۔

مولانا کے سیاسی کردار کا دوسرا اہم عنصر ان کی عوام دوستی ہے کیونکہ انہوں نے عوامی حلقوں کے حقوق ومفادات کے تحفظ اور مسائل ومشکلات کے حل میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ایوبی دور میں جو مظالم اُن پر ڈھائے گئے اور اُن کو جس قدر تشدّد کا نشانہ بنایا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے اور مولانا کی عدالت میں اُس دور کے انتظامیہ کے ایک افسر کو معاف کرنے کی نظیر بھی نہیں پیش کی جاسکتی آپ کے محاسن، محامد، فضائل وکمالات کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔ مولانا عبیداللہ انور مرحوم نے آخری دَور میں بھی جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے بحیثیت امیر جمعیۃ علماء اسلام کے اس ملک میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ، جمہوریت کی بحالی، مارشل لاء کے خاتمے اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کے لیے مثالی کردار ادا کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی

جامعہ قادریہ حنفیہ کا عظیم الشّان سالانہ جلسہ

ملتان: (حضرت مولانا) محمد نواز صاحب مہتمم جامعہ قادریہ حنفیہؒ اور مدرس جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا نے اعلان کیا ہے کہ ۱۳-۱۴ نومبر ۱۹۸۵ء بروز بدھ۔ جمعرات کو قادر آباد نزد صادق آباد ٹیکسٹائل ملز خانیوال روڈ ملتان میں منعقد ہو رہا ہے جس میں پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحی صاحب مدظلہٗ جانشین حضرت بہلویؒ قاری محمد حنیف صاحب ملتانی، مولانا منظور احمد صاحب حجازی، مولانا محمد صادق صاحب روہیلانوالی مولانا غلام جعفر صاحب اٹھارہ ہزاروی مولانا عبدالرؤف صاحب مبارک الاسلام خطاب فرمائیں گے۔ جملہ اہلِ اسلام سے شرکت کی اپیل ہے۔

بحث ونظر

(ایک تحقیقی مضمون)

کیا "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم" کے اعداد ۷۸۶ نہیں ہیں؟

تحریر: حافظ ریاض احمد خطیب جامع مسجد نور اسلام، نارتھ ناظم آباد کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یہ بابرکت الفاظ ہر نیک کام شروع کرتے سے پہلے زبان سے ادا کرنا یا لکھنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے قرآن حکیم کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہی شروع فرمایا گیا ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے سوائے ایک سورۃ توبہ کے اور اس کی کمی بھی سورۃ النمل میں بطور آیت مبارکہ کے اِنَّہٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط (النمل آیت ۳۰) نازل فرما کر پوری کی گئی ہے۔ اللہ پاک نام سے ہر نیک کام کا آغاز کرنا بذاتِ خود ایک کارِ ثواب ہے اور قرآن عظیم کے الفاظ ہونے کی وجہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہر حرف پر دس نیکیاں عطا فرمانے کا وعدہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف اکیس ہیں ہر حرف پہ دس نیکیاں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے پر ۲۱۰ نیکیاں عطا فرمانے کا ارشاد ربانی ہے لیکن اس ثواب سے محروم کرنے کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ کے ہندسہ کو مسلمانوں میں رائج کیا گیا ہے۔ مختلف خودساختہ تخیّلات کا سہارا لے کر مسلمانوں کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے اور لکھنے کی برکت اور ثواب سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی اور اس میں مسلمان دشمن اور طاغوتی طاقتوں کو حیرت انگیز حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اب تقریباً ہر تعلیم یافتہ کم تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ ہر طبقۂ زندگی اور مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے ۷۸۶ کا ہندسہ لکھتا ہے اور اپنی دانست میں وہ اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام سمجھ کر ثواب اور برکت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر بڑا مسرور ہے۔ حالانکہ ثواب اور برکت کا حصول صرف اور صرف ان عربی الفاظ کو زبان سے ادا کرکے یا لکھ کر ہی ہو سکتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ثواب اور برکت سے محروم کرانے والوں نے لوگوں کے اذہان میں یہ بات نقش کرنے کی سعی نامشکور کی کہ اگر کسی خط چٹھی یا کسی تحریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ لکھے جائیں اور وہ ڈاک کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جائے اس صورت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے پاک الفاظ کی بے ادبی ہوگی لہٰذا ان پاک الفاظ کی جگہ ۷۸۶ لکھ دیا جائے۔ اس طرح الفاظ کی بے ادبی بھی نہ ہوگی اور

ثواب اور برکت بھی حاصل ہو جائے گی اور لوگوں نے بلا سوچے سمجھے اس پر عمل شروع کر دیا۔ اور ہر خط، چھٹی یا تحریر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ لکھنا باعث ثواب سمجھا اور عربی الفاظ کو توہین اور بے ادبی سے بچا کر اور ثواب بھی کما کر دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے پر خوش ہوتے رہے حالانکہ اصل برکت، ثواب اور نیکی سے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ۷۸۶ لکھ کر محروم ہو گئے۔ اگر بے ادبی اور توہین والی نام نہاد دلیل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے بلا سوچے سمجھے اسے قابل عمل مان لیا ہے۔ جس خط یا چھٹی کے شروع میں اللہ کے پاک نام سے ابتداء اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ اس خط یا چھٹی کو سپرد ڈاک کرنے کے بعد اللہ، رحمٰن، رحیم کے مقدس نام کی بے ادبی ہو گی اسی خط اور چھٹی میں مکتوب الیہ کا نام جو رحمت اللہ، ضیغت اللہ، وصیف اللہ، محمدؐ، احمد، رضوان اللہ وغیرہ تھا مکتوب الیہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ نام لکھا گیا۔ اس کے السلام علیکم و رحمۃ اللہ یا صرف السلام علیکم لکھا گیا۔ اس کے بعد مکتوب الیہ کے لئے دعائیہ الفاظ بھی جا بجا تحریر کئے گئے مثلاً اللہ تعالےٰ آپ کو خیریت سے رکھے یا آپ کو اللہ تعالےٰ رزق حلال عطا فرمائے وغیرہ۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر خط یا مضمون میں اور بہت سے الفاظ اور جملے اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی، قرآنی الفاظ یا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے مبارکہ تحریر کرنا پڑتے ہیں، لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھتے وقت ہمارا ذہن فوراً بے ادبی کے خوف سے اس کی جگہ ۷۸۶ کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر خط یا چھٹی میں اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاءؑ وغیرہم کے ناموں کی توہین کا خدشہ ہے تو تو پھر لکھنے والا کچھ بھی تحریر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایک مسلمان کی زبان اور قلم سے اللہ اور رسولؐ کے بابرکت نام ضرور ادا ہوں گے۔ اور چونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں اللہ تعالےٰ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے کہ لکھنے والے کی نیت بے ادبی یا توہین کی نہیں اس نے تو ثواب کی نیت سے یہ لکھا ہے اور اللہ کے پاک نام سے ابتداء کی ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ ثواب عطا فرمائے گا۔

۷۸۶ کے الفاظ رائج کرنے والوں نے یہ کام اتنے منظم طریقہ سے کیا ہے کہ ہر شخص اصل قرآنی الفاظ ترک کر کے ۷۸۶ کے ہندسہ کو خطوط وغیرہ کے علاوہ بلند عمارات، بسوں ٹرکوں، سوزوکیوں، رکشاؤں حتیٰ کہ مساجد پر بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مبارک الفاظ کے بجائے (جہاں بے ادبی کا ذرا بھی احتمال نہیں) ۷۸۶ کو لکھ یا لکھوا دیا ہے۔ اگر خط یا چھٹی میں قرآنی الفاظ کی بے ادبی کا خدشہ ہے تو بلند و بالا عمارات وغیرہ پر تو اس کا احتمال ہی نہیں لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے پاک اور بابرکت الفاظ کی جگہ جن لوگوں نے ۷۸۶ کے ہندسہ کو رواج دیا ہے ان کی چالاکی اور بندی کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے ۷۸۶ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام ذہن نشین بلکہ اذہان و قلوب پر نقش کر دیا ہے اب ہر شخص ۷۸۶ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمجھتا ہے اور اس طرح اسلام دشمنوں کی شاطرانہ روش نے مسلمانوں کو ثواب اور برکت سے محروم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حروفِ ابجد کی رو سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہندسے ۷۸۶ ہوتے ہیں۔ حروفِ ابجد کی ایجاد کیوں اور کس نے کی یہ ایک الگ مضمون ہے جس پر انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر روشنی ڈالی جائے گی لیکن اس کا استعمال تاریخ وفات یا کسی عمارت کی تاسیسی یا تکمیلی تاریخ نکالنے کے لئے کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بطور کورڈ ورڈز بھی استعمال ہوتا تھا یعنی جن الفاظ کو زبان سے کھلے عام ادا کرنا نقصان رساں ہو سکتا تھا ان الفاظ کی جگہ ہندسوں کا استعمال کیا جاتا تھا تاکہ نقصان سے محفوظ رہ کر مطلب براری کی جا سکے۔

جہاں تک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام ہندسہ ۷۸۶ کا تعلق ہے۔ حروف ابجد کی رو سے یہ بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہندسے حروف ابجد کی رو سے ۷۸۸ ہوتے ہیں۔ ۷۸۶ ہوں یا ۷۸۸، ثواب سے تو بہرحال محرومی ہے اگر کوئی شخص ایک سے لے کر ایک کروڑ تک بھی ہندسے لکھ دے یا پڑھ دے تو قرآنی الفاظ کے مقابلے میں ہندسے لکھنے والے یا پڑھنے والے کو ایک ذرہ بھی نیکی نہیں مل سکتی کیونکہ ثواب کا وعدہ تو عربی الفاظ ادا کرنے پر ہے۔

اب آپ کی خدمت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کا ابجد کے حساب سے تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہندسے حروف ابجد کے حساب سے ۷۸۸ ہوتے ہیں اور ۷۸۶ کے حساب سے یا علی مولا علی امیرالمومنین کے الفاظ بنتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا حروفِ ابجد کی رو سے تجزیہ:-

ب ۲، س ۶۰، م ۴۰،
ا ۱، ل ۳۰، ل ۳۰، ہ ۵
۵، ا ۱، ل ۳۰، ر ۲۰۰، ح ۸،
م ۴۰، ا ۱، ن ۵۰، ا ۱، ل ۳۰،
ر ۲۰۰، ح ۸، ی ۱۰، م ۴۰: ۷۸۸

اب ۷۸۶ کے ہندسوں کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے: (یا علی مولا علی امیرالمومنین)

ی ۱۰، ا ۱، ع ۷۰، ل ۳۰،
ی ۱۰، م ۴۰، و ۶، ل ۳۰، ا ۱،
ع ۷۰، ل ۳۰، ی ۱۰، ا ۱، م ۴۰،
ی ۱۰، ر ۲۰۰، ا ۱، ل ۳۰، م ۴۰،
و ۶، م ۴۰، ن ۵۰، ی ۱۰، ن ۵۰
: ۷۸۶

اس کے علاوہ

علی ۱۱۰، امیرالمومنین ۶۷۶،
وصیٔ محمد ۱۹۸ : ۷۸۶۔

(امیرالمومنین علی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی یعنی خلیفۂ بلا فصل)

ان الفاظ کے ہندسے بھی ۷۸۶ ہوتے ہیں یعنی لکھنے والا اپنی دانست میں ۷۸۶ لکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ یا علیؓ مولا علیؓ امیرالمومنین لکھ رہا ہے۔ اگر کسی عمارت، خط یا مضمون، مسجد، ٹرک یا بس پر ۷۸۶ لکھا ہوگا تو اس کا مطلب ہے لکھنے والے نے یا علیؓ مولا علیؓ امیرالمومنین لکھا ہے۔ اگرچہ یہ الفاظ کہنا لکھنا یا لکھوانا مسلمانوں کے نزدیک قطعاً ناپسند اور ناجائز ہو لیکن ۷۸۶ کے کوڈ ہندسہ میں لاکھوں کروڑوں مسلمان یا علی مولا علی امیر المومنین اور علی امیرالمومنین وصیٔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ اپنے خطوط، اپنی تحریروں، اپنی مسجدوں اپنے مضامین اور اپنی عمارات وغیرہ پر لکھ رہے ہیں اور دل ہی دل میں بڑے پُرمسرت ہیں کہ ہم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت حاصل کر لی ہے۔ (باقی ۲۷ پر)

اقامت صلوٰۃ کا تشنہ پہلو!

امام کے ہاتھ میں عصا نہیں رہا

(لیفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خان، لاہور)

توحید کے بعد نماز اسلام کا سب سے بڑا ستون ہے۔ یہ معراج کا تحفہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منتہیٰ پر پہنچ کر ملا گویا یہ کوئی بہت ہی عظیم شے ہے۔ اور اس میں ہماری بھلائی کا بہت بڑا خزانہ پوشیدہ ہے۔ افسوس کہ ہم میں سے اکثر نے اس کو ضائع کر دیا ہے اور شہوات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے کہ ہمارے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ دن بدن اُلجھتے جا رہے ہیں۔

بے شک نماز کا پہلا حاصل اللہ کی یاد ہے اور یہ بندے کو اللہ سے ملاتی ہے۔ اور اس کی روح میں خدا کو لا کر اس کے نفس کو پاک کرتی اور فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے بشرطیکہ اسے خشوع و خضوع سے اور پورے ہوش میں سمجھ کر ادا کیا جائے۔

لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جسے اختیار کئے بغیر ہماری اجتماعی دنیا سنور نہیں سکتی۔ میں نے اخبارات اور پمفلٹوں کے ذریعے سے اس کی طرف کئی بار توجہ دلائی ہے لیکن واحسرتا! کوئی آواز نہ تائید میں نہ تردید میں اٹھی۔ اب میں یہ مسئلہ "خدام الدین" کی وساطت سے پیش کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ علمائے دین اس پر غور کریں گے اور اپنی رائے دیں گے۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ نماز کے لوازم میں مسجد، جماعت اور امام بھی ہیں۔ اگر نماز کا مقصد صرف اصلاح نفس ہی ہوتا تو اس کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ نماز گھر کے کسی خاموش کونے میں ادا کی جاتی۔ مسجد، جماعت اور امام کی ضرورت نہ تھی۔ یہ کیوں بنائے گئے اور کیا یہ اب اپنی اصلی حالت میں ہیں؟ میرا جواب ہے کہ نہیں۔ اب مسجد، نماز یا قرآن پڑھنے کے علاوہ کسی طور پر مسلمانوں کا مرکز نہیں رہا نہ نماز کے بعد مسلمانوں کی کہیں نظر آتی ہے اور نہ امام نماز کے بعد کسی معنوں میں امام ہے۔ ہم اسلام اسلام کا شور مچاتے ہیں اور کچھ احکام جنرل ضیاء الحق نے نافذ بھی کئے ہیں لیکن ہم چاروں طرف لوٹ مار، بددیانتی، رشوت، مال حرام اور ظلم دیکھتے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والی قوم کا اخلاق تنزل کی انتہا پر دیکھتے ہیں اور معاذ اللہ پاکستان کی بقا کے متعلق اکثر شک میں ہیں مگر کسی کو نہیں سوجھتا کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے۔

میرے نزدیک اس کا حل اقامتِ صلوٰۃ میں ہے۔ صلوٰۃ ہی ہماری سب تکلیفوں کا حل ہے بشرطیکہ مسجد پھر مرکز قرار پائے۔ امام زندہ اور فعال امام ہو اور ہر آبادی جماعت بن کر رہے۔

اس تجویز کی عملی صورت

یہ ہے کہ صدر مملکت کے حکم سے امام مسجد کو امام محلہ یا امام دِہ قرار دیا جائے جس کا حکم ماننا اس آبادی پر لازم ہو۔ امام کے لئے شرط ہو کہ وہ کم از کم قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہو اور پختہ عمر کا اور عمدہ اخلاق کا حامل ہو۔

امام کو اختیار ہو کہ معمولی سزا دے سکے جو جرمانہ یا دُرّے کی صورت میں دی جائے۔

امام نیکیوں کو جاری کرنے، برائیوں کو روکنے، جہاد کی تربیت دینے اور زکوٰۃ کے درست لین دین کا ذمہ دار ہو۔ ایک دفعہ مقرر ہو جانے کے بعد اس کے مقتدیوں کو اسے ہٹانے کا اختیار نہ ہو۔ وہ فارغ البال ہو تو تنخواہ نہ لے نادار ہو تو زکوٰۃ اور باقی دنیاوی فرائض کی ادائیگی کے بدلے میں مشاہرہ پائے اور یہ مشاہرہ مقامی لوگ دیں۔

اب فرض کرو کہ صدر مملکت کے حکم سے ایک امام ہر آبادی میں (جو فاصلے کا لحاظ کر کے تقریباً ایک ہزار نفر پر مشتمل ہو) مقرر ہو گیا تو آنکھ کی جھپک میں اس ملک کا باوا آدم بدل جائیگا وہ تمام مشکلات جن کا اب کوئی مداوا نہیں رفع ہو جائیں گی۔ جرائم ختم جائیں گے۔ معاشرہ پاک ہونا شروع ہو جائے گا اور قوم متحد العمل اور بھائی چارے کے نشے میں سرشار ہو گی۔

ہر آبادی کو اور ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ اب وہ بے سہارا اونٹ نہیں رہا۔ اس کی غلطیوں پر سرزنش کرنے والا سامنے موجود ہے۔ اور اسے اختیار ہے کہ کسی نیکی کا حکم دے تو اسے ماننا پڑے گا۔ صرف یہ خیال کہ وہ ایک زندہ امیر کے ماتحت چل رہا ہے۔ اس میں جماعت بننے کا احساس پیدا کر دے گا اور اس میں اطاعت کا نورانی جذبہ پیدا ہو کر اس کی برائی کی حس محض امیر کی موجودگی سے مٹنی شروع ہو جائے گی۔

پھر جب کسی کو کسی سے کوئی شکایت ہو گی تو امام کے پاس دوڑا جائے گا اور مسئلہ فوراً حل ہو جائے گا کوئی دیوانی تو اوپر مشکل سے ہی جائے گا۔ فوجداری مقدموں کی شہادتیں بھی چھپائی نہ جا سکیں گی۔ دکاندار ملاوٹ نہ کر سکیں گے۔ تول درست ہو جائیں گے۔ کوئی گندگی نہ پھیلا سکے گا نہ تجاوزات ہی ہوں گے۔ کمیٹی والے اپنے کاموں میں بددیانتی نہ کر سکیں گے مستحق طلباً اور مساکین اپنی تعلیم اور صحت کے لئے زکوٰۃ سے صحیح امداد حاصل کر سکیں گے۔ حتیٰ کہ جب امیرِ قوم یا اسمبلی کے لئے ووٹوں کی ضرورت ہو گی تو ایک ہی دن میں بغیر ایک پیسہ خرچ کئے ووٹ گن کر اوپر اطلاع بھیج دی جائے گی۔ عسکری تربیت ہر حلقہ اپنے طور پر کر سکے گا مقامی دفاع کا پورا بندوبست ہر وقت رہے گا۔ زکوٰۃ دینے والے اپنی زکوٰۃ چھپا نہ سکیں گے اور کوئی غیر حقدار زکوٰۃ کو غبن نہ کر سکے گا وغیرہ وغیرہ۔ گویا تمام مسائل محلہ کی سطح پر حل ہو جانے کے بعد حکومت کا ایک معمولی ڈھانچہ باقی رہ جائے گا اور ائرکنڈیشنڈ کمروں میں استراحت کرنے والے افسران بہت قلیل تعداد میں ہوں گے ٹیکس باقی نہ رہیں گے۔ ایک آزاد، مساوی اور منظم معاشرہ وجود میں آجائے گا علیٰ ہذا القیاس۔

امید ہے ان اشاروں سے بات واضح ہو جائے گی اور یہ بھی واضح ہوگا کہ اس کا دار و مدار ہر محلہ میں ایک زندہ امیر پر ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اجتماعی زندگی کی پہلی اکائی محلہ یا گاؤں ہے۔ یونین کونسل کا حلقہ نہیں۔ مغلوں کے زمانہ میں ہر آبادی میں پنچایت

تھی جو مسئلے حل کر دیتی تھی۔ انگریزوں نے اس نظام کو توڑ کر پوری قوم کو منتشر کر دیا اور اسے تھانوں اور تحصیلوں کا محتاج کر دیا۔

اسلام نے اس پنچایت میں یہ اضافہ کیا کہ چونکہ تمہارا حقیقی حاکم خود باری تعالیٰ ہے اور تم ہدایت کے لئے اس کے محتاج ہو اس لئے تمہاری پنچائتوں کا بڑا وہ ہو گا۔ جو (از روئے حدیث) سب سے زیادہ قرآن کو جاننے والا ہو۔ مگر مسلمانوں نے اس شخص کو تقدس کا درجہ دے کر مسجد کے کونے میں مقید کر دیا ہے۔ اور مسجد کے باہر اصلی حکومت چالباز سرمایہ داروں نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا ایک ہے اور دو اماموں کا کوئی تصوّر نہیں۔ لوگ چاہیں یا نہ چاہیں مسجد کا امام اور محلّے کا امام ایک ہی شخص ہو گا۔ ہاں، اس کی امداد کے لئے چار آدمی لوگوں کے منتخب کردہ ہو سکتے ہیں مگر آخری فیصلہ امام کے ہاتھ میں ہوگا۔ ناظمِ صلوٰۃ ایک لغو بات ہے۔ اس سلسلے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مولویوں کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ یا یہ کہ مولوی حکومت کا اہل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں دو امام نہیں ہو سکتے اور امام کو قرآن جاننا ضروری ہے۔ اس لئے ہر آدمی جو سرداری کا اہل ہے یا سردار بننا چاہتا ہے قرآن سیکھے، اپنے اخلاق کو درست کرے پھر نماز کی امامت بھی کرے اور دنیاوی کاموں میں رہنمائی بھی۔ نیز عام لوگ پنچایت کی شکل میں لوگوں کے انتخاب سے امام صاحب کے معاون ہو سکتے ہیں۔ اور سب مل کر کام کریں گے تو کوئی دقّت نہ ہو گی۔

ایک اور بات یہ ہے کہ محلہ کی سطح سے اوپر ہر کام اس کام کے ماہر کریں گے البتہ میں ضرور کہوں گا کہ اسلامی حکومت میں کوئی شخص جو قرآن نہیں سمجھتا عہدہ نہیں لے سکتا نہ کھلے گناہ کرنے والا لوگوں کا حاکم یا قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ پچھلے دنوں صدر مملکت نے کہا کہ اکثر مسجدوں کے امام جاہل لوگ بنے ہیں۔ تو اس کا حل آسان ہے صدر صاحب ایک حکم کے ذریعہ امام بننے کی شرائط مقرر کر دیں اور لوگوں سے کہیں کہ جاہلوں کو ہٹا کر عالموں کو امام بنائیں۔ مگر اس بہانے سے اماموں کو مسجد تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں۔ اور بعض محلّوں میں ایک سے زیادہ مسجدیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ایک محلہ میں ایک سے زیادہ مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں لیکن اگر کہیں ہیں تو لوگ بے شک اپنی مرضی کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ مرکز محلہ کی اکثریت کی مسجد ہوگا اور اس کا امام امیر محلّہ ہوگا۔ دوسرے فرقوں کے لوگ اپنا نمائندہ پنچایت میں شامل کر سکتے ہیں اور یوں بھی بطور امام وہ دنیاوی اور متفق علیہ کاموں کا امیر ہو گا۔ مذہبی اختلافات میں دخل نہ دے گا۔

امید ہے اس مضمون کے اشارے کافی ہوں گے۔ ورنہ میں مزید وضاحت کے لئے تیار ہوں۔ میں علمائے دین سے درخواست کروں گا کہ وہ صرف مسجد کی امامت پر قناعت نہ کریں بلکہ مملکت پر حکمرانی کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اور دین سے بے بہرہ لوگوں سے حکمرانی کا حق چھین لیں تاکہ مملکت میں اللہ کے نام کا بول بالا ہو۔ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

تحریر: مولانا قاری محمّد الیاس
ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ اشرف المدارس فیصل آباد

اکابرِ حق کی یادگار — متبع سنّت عالمِ ربانی — محنت اور خلوص کا پیکر

ولیٔ کامل، استاذ العلماء حضرت مولانا غلام محمّد رحمۃ اللہ علیہ

۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ، چک ۲۳۵ گ ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچنے پر اسی چک کے ایک پرائمری سکول میں تعلیم مکمل کر کے ۲۲ فروری ۱۹۳۸ء کو چک ۲۸۴ گ ب ضلع ٹوبہ میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اسکول میں مڈل تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت کی توجہ علوم دینیہ حاصل کرنے کی طرف مرکوز ہو گئی۔ خدا رب العزّت نے دستگیری فرمائی۔ چک ۲۴۲ گ ب چوہڑ والا علاقہ پیر محل میں ایک ولی کامل ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت مولانا قمر الدین صاحب فیروز پوری متوفی ۱۳۵۹ھ فاضل دیوبند تلمیذ خاص حضرت شیخ الہند مرید حضرت گنگوہیؒ محب خاص حضرت حافظ محمّد صالحؒ و خلیفہ خاص حضرت اقدس مولانا عبد القادر رائے پوری قدس اللہ سرہٗ مل گئے جن سے سلسلۂ تلمذ قائم ہوا۔ اواخر ذوالحجہ ۱۳۵۷ھ سے ۸ شعبان ۱۳۵۹ھ تک ابتدا سے کافیہ، فصول اکبری، نفحۃ العرب نفحۃ الیمن، مرقات، نحو میر، نور الایضاح قدوری اور اسی درجہ کی اکثر کتب حضرت مولانا غلام محمّد صاحب چوہڑوالوی فاضل مظاہر العلوم سہارنپور سے پڑھیں (یہ بزرگ فیصل آباد کے ایک غیر معروف علاقہ میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں)۔ ۳ شوال ۱۳۵۹ھ سے شعبان ۱۳۶۳ھ تک شرح جامی، کنز الدقائق سے موقوف علیہ مرادآبادیؒ سے طحاوی شریف، حضرت مولانا عبد الحق حقانی دامت برکاتہم سے نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف حضرت مولانا عبد الشکورؒ دیوبندی محرر تقریر ترمذی حضرت شیخ الہندؒ سے مؤطا امام مالکؒ حضرت مولانا عبد الخالقؒ ملتانی مہتمم دار العلوم کبیر والا سے اور مؤطا امام محمّدؒ حضرت مولانا نافع گلؒ سے پڑھا۔

مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہوئے تو پہلے ہی سال چونتیس کتابیں پڑھائیں

تک کتب خیر المدارس جالندھر میں حضرت الاستاذ مولانا خیر محمّد صاحبؒ سے پڑھیں۔ دورہ حدیث شریف کے لیے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف کامل اور ترمذی شریف جلد اوّل پڑھیں۔ ترمذی شریف جلد ثانی، شمائل ترمذی اور ابو داؤد شریف کامل شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے پڑھیں۔ مسلم شریف کامل حضرت مولانا سید فخر الحسن

تدریس کا آغاز

اواخر شعبان ۱۳۶۴ھ میں، جو کہ آپکا دورۂ حدیث والا سال ہے، حضرت الاستاذ مولانا خیر محمّد صاحبؒ نے اپنے مدرسہ خیر المدارس کے لیے آپ کو مدرس نامزد کر دیا۔ حضرت مولانا غلام محمّد صاحبؒ عرصہ ۲ سال تک اس مدرسہ میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ رسم المفتی، خلاصۃ الحساب

اور سبعہ معلقہ حضرت الاستاذ سے پڑھتے رہے۔ اس ابتدائی سال میں کل چونتیس کتابیں خیرالمدارس کے رجسٹر تعلیم میں درج تھیں جو مولانا مرحوم نے پڑھائیں۔ تقسیم ہند کے بعد جن مدارس میں آپ نے تدریس کی، ان میں سے یہ مدارس سرِفہرست ہیں :

- دارالعلوم ربانیہ (حضرتؒ زندگی کے آخری دنوں میں اس دارالعلوم کے سرپرست بھی رہے ہیں)۔
- مدرسہ منور الاسلام چک نمبر ۶۶۹ پیر محل۔
- مدرسہ عربیہ جامع مسجد ٹوبہ
- جامعہ رشیدیہ ساہیوال
- مدرسہ نعمانیہ کمالیہ
- خالصہ کالج فیصل
- مدرسہ فتح دین فیصل آباد
- زینت مز فیصل آباد اور
- چک نمبر ۳۳۵ رگ ب مدرسہ رحیمیہ۔ (یہ چک حضرتؒ کا آبائی گاؤں ہے جہاں آپ کی پیدائش کے بعد ابتدائی زندگی بسر ہوئی)۔ پھر ۱۳۰۹ھ سے تا زندگی جامعہ عربیہ اشرف المدارس فیصل آباد سے صدر مدرس بعدہٗ مہتمم ہونے کی حیثیت سے منسلک رہے۔ ابتداءً مستقل قیام اپنے آبائی گاؤں چک نمبر ۳۳۵ رگ ب ضلع ٹوبہ میں ہی تھا۔ پھر چند سال بعد اپنے بھائی حکیم مولوی غلام نبی کی شراکت سے ساتھیوں کے اصرار پر فیصل آباد میں اشرف المدارس کے قریب ایک خستہ حالت مکان خرید کر بیوی بچوں کو وہاں لے آئے اور قرآن شریف کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے

اَسْكِنُوْاهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ

ان عورتوں کو وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔

خیرالمدارس میں ۲ سال تدریس کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ کا نکاح اپنے علاقہ کے معروف عالم اور حکیم مولوی محمد عالم کی بیٹی سے ہوا۔ حکیم صاحب بڑے دیندار اور خدا ترس انسان تھے۔ انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ پہلے یہ لڑکا مکمل عالم بن جائے پھر نکاح کیا جائے گا۔ حضرت مولانا غلام محمدؒ اس پر ہمیشہ حکیم صاحب کو دعائیں دیا کرتے تھے کہ وہ بھی میری دینی تعلیم کی تکمیل کا ذریعہ بنے۔

اس نیک بخت اور سعادت مند بیوی سے اللہ نے مولانا کو ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ۴ لڑکے اور ۲ لڑکیاں حافظ ہیں جبکہ ۲ بڑے لڑکے مکمل عالم اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے باقاعدہ سند یافتہ ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا حسین احمد، جامعہ عربیہ اشرف المدارس میں چند سالوں سے درجہ کتب میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان سے چھوٹے صاحبزادے مولانا مختار احمد اپنے والد ماجد والی

پسندیدہ اسباق

حضرت مولانا مرحوم کے زیرِ تدریس اکثر و بیشتر یہ اسباق رہا کرتے تھے۔ علم تفسیر میں بیضاوی شریف، جلالین شریف۔ اصول تفسیر میں الفوز الکبیر۔ فقہ میں ہدایہ اولین و آخرین فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ۔ علم میراث میں سراجی علم معانی میں مطول و مختصر المعانی۔ دورے والے سالوں میں نسائی و ابن ماجہ۔ ویسے تو آپ نے اپنے ۴۲ سالہ زمانۂ تدریس میں کوئی درس نظامی کی کتاب ایسی نہیں جو پڑھائی نہ ہو (الا ماشاء اللہ) مگر ذکر کردہ کتب ان کی پسندیدہ کتب تھیں۔ تقسیم اسباق کے وقت جب رہبر فارسی ان کے نام لکھی جاتی تو فرماتے۔ حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عالم ربانی وہ ہے جو چھوٹے علوم کے ذریعے طلباء کی تربیت کرکے بڑے علوم تک پہنچائے۔

طریقۂ تدریس

آپ کا طریقہ تدریس نہایت آسان اور عام فہم تھا۔ جب تک طلبہ کو بات پوری طرح سمجھ نہ آجاتی خود مولانا مرحوم کی بھی تسلی نہ ہوتی اور آگے نہ چلتے۔ حتیٰ کہ اگر کئی کئی دن ایک سبق پر گزر جاتے تو پرواہ نہ کرتے۔ اپنی عادت کے مطابق ہر قسم کی داخلی، خارجی امثلہ پیش فرما کر بات واضح کرنے کی کوشش کرتے۔ بعض دفعہ زیرِ درس سبق طلباء پر ایسا فٹ کرتے کہ طلبہ سمجھتے

کہ شاید مصنفِ کتاب نے یہ بات ہمارے حالات کے پیش نظر لکھی ہے۔ ایک بات اگر بیس مرتبہ بھی دہرانی پڑتی تو گریز نہ کرتے۔ آپ کی زیادہ تر کوشش نفسِ کتاب اور نفسِ مسئلہ حل کرنے کی ہوتی تھی۔ لمبی چوڑی تقاریر سے بہت ہی گریزاں تھے۔ ان کے ہاں عبارت کی غلطی ایک سنگین جرم متصور ہوتا تھا۔ عبارت پڑھنے والے کو اگر سو مرتبہ بھی ٹوکنا پڑتا تو ٹوکتے تھے اور باتوں باتوں میں اس کی سرزنش بھی فرماتے۔ اگر کہیں سفر کا ارادہ ہوتا تو اس وقت کے اسباق پہلے ہی خارجی وقت میں پڑھا دیتے تاکہ ناغہ نہ ہو۔ ہر کتاب کی بسم اللہ کراتے وقت تصحیح نیت پر ایک دل نشین تقریر فرماتے تاکہ یہ طلباء ابتدا ہی سے اپنی اپنی نیتیں صحیح کرلیں۔

طلباء کی خدمت

مولانا مرحوم کی یہ انتہائی درجہ بڑائی اور فضیلت کی بات ہے کہ اپنے شاگردوں اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت کرکے قلبی فرحت و مسرت محسوس کرتے تھے۔ اذان کے وقت بہت ہی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبہ سے طلباء کو جگاتے۔ ایک مرتبہ نہیں کئی کئی مرتبہ کمروں کا چکر کاٹتے۔ اگر کئی مرتبہ کے بعد بھی کوئی طالبِ علم سویا رہ گیا تو غصہ میں آکر فرماتے۔ ”او ظالم! جماعت تیار ہے اور تو سو رہا ہے۔“ اگر کسی طالب علم کا سالن سے آلودہ کوئی برتن مل جاتا تو اسے خود اچھی طرح دھو کر فرماتے جس کا یہ برتن ہے لے لے۔

بیعت

چونکہ حضرتؒ کو اصلاحِ باطن کی فکر ابتدا ہی سے دامنگیر تھی اس لیے بچپن میں اس سلسلہ کا آغاز حضرت مولانا قمر الدین فیروزپوریؒ کے ہاتھ میں دے کر کیا اور تصوف و سلوک کے ابتدائی مراحل اُن کی زیرِ نگرانی طے کیے۔ بعد ازاں ۱۳۶۴ھ رمضان المبارک میں حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہو کر باقاعدہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت اقدس رائے پوریؒ کے وصال کے بعد اگرچہ آپ باقاعدہ کسی سے بیعت تو نہیں ہوئے لیکن حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی مدظلہٗ، حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ سے ارادت و عقیدت کا گہرا تعلق رہا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ان حضرات کو غنیمت جان لو پھر یہ بھی نہیں ملیں گے۔ مولانا غلام محمد صاحبؒ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں؛

میں نے اپنے اساتذۂ کرام اور دیگر حضرات میں سے حضرت مفتی فقیر اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالمنان صاحب گوجرانوالوی، حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی، حضرت مولانا ولی محمد صاحب، حضرت مولانا محمد صاحب انوریؒ، مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب، صاحبزادہ حضرت رائپوریؒ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب دریا خان سے کسبِ فیض کیا ہے۔

اور اکثر بڑوں اور کم عمر والوں کے ذریعہ بھی حسبِ قسمت حق تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ کچھ قابلِ قدر شخصیات ایسی ہیں جن سے باقاعدہ تعلق نہ ہونے کے باوجود آپ ان کو ہمیشہ اپنا سرمایۂ افتخار سمجھتے رہے اور ان کی تصنیفات کو ہر جدید طبقہ کے لیے مفید قرار دیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ مصنف معارف القرآن، حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ مولف معارف السنن اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور شامل ہیں۔ نئی نسل کی تقریر و تحریر کے ذریعہ اصلاح کرنے والے نوجوان علماء کرام سے مولانا غلام محمدؒ بے پناہ محبت کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ایڈیٹر بینات کراچی کا اپنی مجالس میں اکثر و بیشتر ذکر فرمایا کرتے اور کہتے فلاں عنوان پر تو انہوں نے بہت ہی اچھا لکھا ہے۔ وہ تو مطالعہ

کے قابل ہے۔ اپنے تلمیذ خاص مولانا عبدالرشید انصاری، ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ادارتی نوٹ بڑی توجہ اور دھیان سے پڑھتے پھر بوقتِ ملاقات بہت ہی حوصلہ افزائی فرماتے اور قیمتی مشوروں کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی دیتے۔

فقہ میں بہت گہری نظر رکھتے تھے

علم فقہ سے آپ کو بہت زیادہ مناسبت تھی۔ شہر کے علماء جب کسی مسئلہ کو لاینحل پاتے تو آپ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ نہ صرف یہ کہ زیر بحث مسئلہ کو حل فرماتے بلکہ چند کتابوں کا حوالہ دے کر انہیں دیکھنے کی تاکید بھی فرماتے۔ یہ بھی آپ کا بہت بڑا کمال تھا کہ کسی بات پر خواہ مخواہ اصرار نہ ہوتا بلکہ اگر کسی عالم نے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کوئی صحیح بات کہہ دی تو اس پر بہت خوش ہوتے، داد تحسین پیش کرتے۔ اس کو دعائیں دیتے اور ہر مجلس میں اس کے حوالہ سے وہ بات پیش کرتے اور اس کی صلاحیتوں کی تعریف کرتے۔ راقم الحروف سے ایک مرتبہ پوچھا کہ جب کسی نے دوسرے سے قرض لینا ہو تو اُس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔ اس وقت جو میرے ذہن میں تھا عرض کر دیا تو مجھے یاد ہے کہ کئی مجالس میں میرا نام لے کر اس مسئلہ کو ذکر فرمایا حالانکہ یہ کوئی اہم مسئلہ نہ تھا اور نہ ہی یہ کہ آپ کو مستحضر نہیں تھا بلکہ حوصلہ افزائی کر کے اس میدان میں آگے چلانا چاہا کرتے تھے۔ علمِ میراث سے آپ کو بہت زیادہ مناسبت تھی۔ تناسخ عول رد وغیرہ میں اتنی مہارت تھی کہ سائل بسا اوقات ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا کہ یہ مسئلہ آپ نے اتنی جلدی کیسے حل فرما دیا۔ اپنے سراجی کے طالب علموں کو اچھی طرح سمجھاتے اور مسائلِ میراث ان کے ذہن نشین کرنے کے لیے ایک خاص قسم کی تاش ایجاد کی تھی جو اپنی موجودگی میں طلباء سے کھلایا کرتے تھے اور مسائل میراث اتنے آسان طریقہ سے سمجھا دیے گئے ہوتے کہ ہر طالب علم آنے والے تاش کے سوالیہ پتے کا جواب فوراً رکھ دیتا۔ شہر فیصل آباد ایک صنعتی شہر ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے صنعت کاروں اور تاجروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اس طبقہ کے دیندار لوگوں کو جب بھی کوئی اُلجھن پیش آتی تو حضرت مولانا مرحوم کے پاس آکر ہی ان کی تشفی ہوتی۔ اگرچہ پہلے اور علماء سے بھی مسئلہ دریافت کر چکے ہوں

سادگی

آپ نے سادگی کو ہمیشہ محبوب رکھا اور تصنّع و تکلف سے کوسوں دور رہے۔ اس سادگی و بے تکلفی پر بڑے مطمئن اور خوش رہا کرتے تھے (جو کہ سادگی کا خاصہ ہے) آپ سے مل کر کسی بھی ناآشنا کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا کہ آپ عالم ہیں۔ سر پر عمامہ نیچے دراز قمیض اور نصف پنڈلی تک تہبند زیب تن کیے ہوئے ایک درویش کو کوئی کیا پہچان سکے کہ یہ بڑے بڑے علماء کا استاذ اور ولیٔ کامل جا رہا ہے۔ زندگی میں مقدور بھر حضرت کی یہ کوشش رہی کہ پیغمبر آخر الزماں شفیع مذنباں صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت عمل سے رہ نہ جائے بالخصوص وہ سنتیں کہ جن کی طرف بڑے بڑے علماء اور خواص کی توجہ نہیں۔ اسی جذبہ کے پیش نظر آپ ہمیشہ متعدد بکریاں رکھا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر سبزی منڈی سے اُن کے لیے چارہ بوری بھر کر اپنے کندھوں پر اٹھا کر خود لاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھ سے ایک ٹرک والے نے پوچھا۔ بابا تو کہاں رہتا ہے؟ میں نے کہا یہاں ایک مدرسہ ہے وہاں رہتا ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا کچھ پڑھا بھی ہے یا کہ یونہی عمر گنوا دی۔ میں مسکرا کر آگے چل دیا۔

آپ ہی نے فرمایا ایک مرتبہ میں اپنے گھر کا آٹا کندھوں پر اٹھا کر ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھی اماں نے پوچھا "بابا! اگر ہم نے گندم پسوانی ہو تو کہاں ملے گا۔" فرمایا میں یہیں مدرسہ میں ہوتا ہوں۔

للّٰہیت

للہیت اور خلوص آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہر کام سنت کے مطابق

کرنا اور اللہ کے لیے کرنا آپ کا ایک طرۂ امتیاز تھا۔ مدرسہ سے تنخواہ بقدر ضرورت لیتے تھے اور سب سے کم اور کام سب سے زیادہ کرتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ صدر مدرس ہیں اور پھر مہتمم بھی رہے مگر تنخواہ ایک نئے اور کم از کم تنخواہ پانے والے مدرس سے بھی۔ مزید براں یہ کہ اگر انتظامیہ نے کبھی تنخواہ بڑھانے کی بات کی تو ان سے غصہ ہو گئے۔ اگر اُن کی طرف سے مزید اصرار بڑھا تو استعفیٰ تک دینے کو تیار ہو گئے اور فرماتے کہ میرا گذارہ اتنی تنخواہ سے ہو رہا ہے اور کئی دفعہ ہمیں فرمایا کرتے مولوی صاحب! عدد کوئی چیز نہیں۔ اگر عدد بڑھ بھی گیا تو اخراجات بڑھ جائیں گے۔ اللہ اسی میں برکت ڈال دیتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ گذارہ ہو رہا ہے۔

آپ کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں جب بذریعہ بحری جہاز تشریف لے گئے تو واپسی پر کئی مرتبہ سنایا کہ راستہ میں لوگوں کو میں تراویح وغیرہ پڑھایا کرتا تھا۔ جب رمضان شریف اختتام کو پہنچا تو کچھ لوگوں نے یہ چاہا کہ تھوڑا بہت چندہ اکٹھا کر کے مولوی صاحب کی خدمت کرنی چاہیئے کیونکہ انہوں نے ہماری خدمت کی ہے۔ جب مجھے پتہ چلا تو میں نے اُن سے پوچھا کیا کرنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا۔ "آپ نے ہماری خدمت کی ہے۔ ہم آپ کی کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں"۔

میں نے کہا۔ "جتنا کچھ آپ مجھے دیں گے میں تو اس سے بہت زیادہ لوں گا۔ لیکن لوں گا خدا سے۔ تم سے

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ جو تم مجھے دینا چاہتے ہو میں اتنے
پر راضی نہیں ہوں۔ میں بہت زیادہ لوں گا! مگر تم سے نہیں اللہ سے

نہیں۔

بیگانوں کو سلام۔ کسی کی زندگی میں اگر ایک مرتبہ بھی ملاقات ہوگئی تو وہ زندگی بھر اس ملاقات کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ جب کبھی کوئی ملتا اس کا حال بچوں کا حال، والدین کا حال بھائیوں اور رشتہ داروں کا حال پوچھے بغیر نہ چھوڑتے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے اکثر و بیشتر شہر اور دیہات ایسے ہیں جہاں آپ کے متعدد معتقدین و ارادت مند موجود ہیں۔ وہ ہر کسی سے فیصل آباد کا نام سنتے ہی پوچھیں گے —— "وہاں ایک بزرگ مولانا غلام محمّد صاحب ہیں۔ اُن کا کیا حال ہے۔

افسوس کہ آج یہ علم و عمل کا کوہ گراں سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی چلتی پھرتی تصویر اور اخلاق کریمانہ کا پیکر

ایک ملاقات میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب انوری دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت مولانا محمّد صاحب انوری رح نے بتایا کہ حضرت مولانا غلام محمّد رح ایک مرتبہ فرمانے لگے مولانا! الحمدللہ یہ بات دل سے بالکل ختم ہی ہو گئی کہ دین کا کوئی کام کر کے اس پر معاوضہ بھی لینا ہے۔ حضرت رح

اخلاق

اللہ تعالیٰ نے اس مرد درویش اور عالم ربانی کو اخلاق ایسے عطا فرمائے کہ اس کی مثال بہت کم نظر آئے گی۔ بڑوں کو سلام، چھوٹوں کو سلام۔ اپنوں کو سلام

۶۳ سالہ عمر گذار کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اللھم ادخلہ
جنت الفردوس
اللھم القی غلام محمد
وانت تضحک الیہ
وھو یضحک الیک۔

انتظار حسین قادری

عورت کی عصمت کا تحفظ اور اسلامی اقدار

عورتوں کی عصمت اتنی اہم چیز ہے جس کا بدل دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں بن سکتی۔ عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے دولت صرف ہو سکتی ہے نہ کہ حصول دولت کے لیے عورتوں کے ناموس کا فروخت کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ الغرض جو ہماری "ماں" ہماری "بیٹی" اور ہماری "بیوی" ہے العیاذ باللہ اس کو بیسوا اور بازاری عورت بنا کر رسوا اور ذلیل ہونے پر وہی راضی ہو سکتا ہے جو اپنی انسانیت اور انسانی حمیت و غیرت کا دیوالہ نکال چکا ہو۔

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ

جاہلیت کا یہ دستور کہ شوہر عورت کو غیر مرد کے پاس عمدہ نسل لینے کے لیے بھیج دے، ایک عورت نو نو مردوں کو بیک وقت اپنے آپ کو استعمال کرنے کا موقع دے۔ ان انسانیت سوز، حمیت گداز رواج کا خاتمہ جیسا کہ سُن چکے اسلام نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حق سے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے کُل نکاحوں کی بنیاد ڈھا دی سوائے اس کے جو آج کل رائج ہے۔

صرف انہی طریقوں کو نہیں روکا بلکہ دوسرے ان تمام طریقوں کو بھی حرام قرار دے دیا جس سے عفت و عصمت پر زد پڑ سکتی تھی جس سے نسل اور میراث میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی جس سے صلہ رحمی اور مروت کی شہ رگ کٹتی تھی اور ان کو زنا کا نام دے کر لوگوں کو آگاہ کر دیا اور قرآن میں اعلان کیا گیا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا

اور زنا کے پاس بھی ہٹ بھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور برا راستہ ہے

یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ فرمایا گیا کہ زنا کے قریب بھی مت جانا جس کا مطلب یہی ہے کہ زنا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام یا طریقہ جو زنا کے پہنچے تک پہنچانے والا ہو سب ہی سے بچنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اگر غور کیا جائے تو قرآن کے ان اجمالی الفاظ میں بعض لطیف اشارے بھی آپ کو مل سکتے ہیں یعنی فطرت انسانی میں جو نفرت اور برائی کا احساس زنا کے متعلق پایا جاتا ہے اس کی طرف "فاحشۃ" کے لفظ سے ایما فرماتے ہوئے ساء سبیلا (برا ہے راہ کے اعتبار سے) کے الفاظ سے اگر سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا اثر میراث مسائل حرمت، حقوق کی پامالی اور اخلاق پڑتا ہے اور سلسلہ بسلسلہ نہ معلوم یہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ امام رازیؒ اس آیت کے ضمن میں زنا کے مفاسد کی نشان دہی

زنا اور اُس کے مفاسد

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زنا سے نسب مختلط اور مشتبہ ہو جاتا ہے۔ آدمی یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ زانیہ کی یہ اولاد کس مرد سے ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا کوئی مرد بھی ذمہ دار نہیں بنتا، بچہ ضائع ہو جاتا ہے (یا خود ماں ایسے بچہ کو مار کر پھینک دیتی ہے) یا وہ غریب بچہ سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے نتیجتاً تباہ ہو جاتا ہے جو عالم کی ویرانی اور انقطاع نسل کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۲۔ زانیہ دسترس شرعی قانون میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ کسی کے ساتھ تو باضابطہ اس نے نکاح نہیں کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عورت پر قبضہ کرنے کی سعی ہر شخص کی جانب سے ہو سکتی ہے اور وجہ ترجیح کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ پھر اس راہ میں تباہیوں اور بربادیوں کے جو طوفان اٹھتے ہیں، معاشقہ اور آوارگی کی تاریخوں میں اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ زناکار عورت کو زنا کی لت پڑ جاتی ہے۔ طبع سلیم رکھنے والے مرد کو ایسی عورت سے گھن معلوم ہوتی ہے۔ پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی سلیم الطبع اس سے شادی کرنے کے لیے اپنے کو آمادہ نہیں کر سکتا، محبت و الفت تو خیر دور کی بات ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو عورت زنا میں مشہور ہو جاتی ہے۔ اس سے لوگ عموماً نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور سوسائٹی میں وہ حقیر اور ذلت آمیز نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

۴۔ زنا کا جب دروازہ کھل گیا کوئی مستقل قاعدہ و قانون باقی نہ رہا تو پھر کسی خاص مرد کو کسی خاص عورت سے کوئی خاص لگاؤ نہ رہے گا۔ جس کو جہاں موقع مل گیا اور جس نے جس کو بلایا وہاں دونوں مل گئے اور جو کچھ کرنا ہو کر گزریں اور یہی حال حیوانات کا ہے پھر انسان و حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔

۵ عورت سے صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ اُس کے پاس پہنچ کر جنسی تقاضے پورے کیے جائیں بلکہ مقصد یہ بھی ہے کہ دو جان مل کر ایک دوسرے کے رفیق و شریک ہوں۔ گھر کے کاموں میں بھی اور زندگی کی دوسری ضروریات میں بھی۔ پھر غم میں بھی اور خوشی میں بھی۔ تنگ حالی میں بھی۔ اور یہ ساری باتیں اس وقت قطعاً پیدا نہیں ہو سکتی جب تک عورت کسی ایک جائز طریقے پر ہو کر نہ رہے اور اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ زنا کو بالکلیہ حرام قرار دے دیا جائے اور نکاح کے قانونی دائرے میں .... عورت و مرد کے تعلقات کو محدود کیا جائے

۶۔ ہم بستری پردے کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا تذکرہ اشارتاً کیا جاتا ہے اور کوئی اس کام کو کرتا ہے تو پردے کی اوٹ میں کرتا ہے کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو کم سے کم کرنا قرین عقل و قیاس ہے اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ جائز طور پر ایک عورت ایک مرد کی ہو کر رہے ورنہ پھر یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ چھ خرابیاں وہ ہیں جو بالکل عیاں ہیں۔

ایک نوجوان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت ابوامامہؓ صحابی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور اُس نے درخواست کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔

صحابہ کرامؓ کو اُس کی گستاخی بہت بُری معلوم ہوئی۔ چنانچہ اُس کو سبھی نے ڈانٹا اور اُس کے اس سوال پر نفرت کا اظہار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نوجوان سے فرمایا۔ "قریب آجاؤ۔" وہ قریب آگیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ اب آپؐ نے اُس کو سمجھانے کے لیے سوال و جواب شروع کر دیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: کیا تم اس (زنا کے) کام کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: دوسرے لوگ بھی اس برائی کو اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ اس زنا کو تم اپنی لڑکی کے حق میں اچھا جانتے ہو؟

نوجوان: میں آپ پر نثار ہوں۔ نہیں یا رسول اللہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی لڑکیوں کے لیے اچھا نہیں جانتے۔ اس بُرے کام کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت کر سکتے ہو؟

نوجوان: ہرگز نہیں یا رسول اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: دوسرے لوگ بھی اس گندگی کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت نہیں کر سکتے۔ اچھا اس بُرے کام کو تم اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرو گے؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھی کے لیے زنا کاری پسند نہیں کرتے۔ یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارہ کر لو گے؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا نہیں کر سکتے۔ اس طرح اس مسئلہ کو جب اس کے ذہن نشین کرا چکے تو آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور دُعا فرمائی۔ اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ واحصن فرجہ۔ اے اللہ! اس کے گناہ معاف کر دے۔ اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبویؐ کا یہ اثر ہُوا کہ اس شخص کو کبھی بھی اس کے بعد زنا کا خیال نہ گذرا۔ بات بھی کتنے پتہ کی بیان فرمائی تھی۔ غور کیجیے کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی ماں نہ ہو، بہن نہ ہو پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو۔ پھر یہ کیا انسانیت ہے کہ کسی کی ماں، بہن، لڑکی اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز ہم بستری کرے۔

شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے

بات بھی کچھ ایسی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر گناہ نہیں ہے جس کو کوئی شخص کسی ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کے لیے حلال نہ تھا۔

شاید اسی بنیاد پر مسلمانوں میں مشہور بھی ہو گیا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ زنا ہے۔ ایک اور حدیث میں زنا ہی کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

زناکار جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت مُومن نہیں ہوتا۔ بچو۔ بچو

(مشکوٰۃ)

بوقتِ زنا ایمان کی حالت

ایک دوسری حدیث میں اس حدیث کی وضاحت بھی موجود ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندہ جب زنا کرتا ہے اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ بن کر ہوتا ہے اور زانی جب فعلِ زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ زنا اتنی بُری چیز ہے اور اس قدر معیوب فعل ہے کہ اس کے ارتکاب کے وقت ایمان کانپ اٹھتا ہے اور گھبرا کر قالب چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ اس حالت میں اس سے چمٹا رہے۔ ہاں جب وہ فارغ ہوتا ہے، اس کا قلب اس کو ملامت کرتا ہے اور قلب نادم ہوتا ہے تو پھر وہ ترس کھا کر پلٹ آتا ہے اور ایمان کو غیرت کیوں نہ آئے کہ خود ربّ العزّت کو ایسے فعل پر غیرت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس نے فحش امور کو حرام قرار دے دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ): آپ فرمائیے کہ صرف تمام فواحش باتوں کو البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے۔ ان میں جو علانیہ ہوں ان کو بھی اور جو پوشیدہ ہوں ان کو بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو (بھی حرام کیا ہے)۔

((الاعراف ۴))

غیرتِ حق

حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا چار عینی گواہ پیش کرے۔ مگر سعد بن عبادہؓ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے، بولے۔ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو میری غیرت برداشت نہ کر سکے گی۔ میں اُسی وقت تلوار اٹھاؤں گا اور دو ٹکڑے کر دوں گا۔

حضورؐ کو جب یہ خبر پہنچی آپؐ نے فرمایا۔ سعد کی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو۔ خدا گواہ ہے میں خود ان سے بہت زیادہ باغیرت ہوں اور میری غیرت سے بڑھ کر خود ربّ العزّت کی غیرت ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن تمام فواحش کو حرام قرار دے دیا۔

زنا مظالم کی جڑ

ہر کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ سوچیے تو یقین کرنا پڑے کہ زنا دنیا کے سارے مظالم کی جڑ ہے۔ دُنیا کی ساری برائی زناکاری میں پائی جاتی ہے۔ پھر زانی کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ زانی کا فعلِ زنا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ خون اور روپیہ بے فائدہ ضائع ہوتا ہے۔ مادہ تولید جو باعثِ افزائش نسلِ انسانی ہے ناحق برباد ہوتا ہے۔ صحت پر ناخوشگوار اثر پڑتا ہے۔ ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ ذاتی خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہے۔ حزن و ملال سے دوچار ہوتا ہے۔ مرضِ متعدی سوزاک و آتشک وغیرہ کے خطرے میں اپنے آپ کو گرفتار کرنا پڑتا ہے۔ بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ بدنیتی، خود غرضی، نفسانی خواہش کی غلامی، ضبطِ نفس کی کمی، خیالات کی آوارگی اور دوسری بیسیوں جسمانی، ذہنی اور رُوحانی امراض میں زنا آدمی کو مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۔ زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے کہ زناکار خاندان کی عزت کو داغ لگاتا ہے اور پھر خاندان کے لیے برائی کا ایک نمونہ قائم کرتا ہے۔ اہلِ خاندان اور بال بچوں کے لیے زنا کی شاہراہ بناتا ہے۔

۳۔ زنا نسوانی عفت و عصمت کی لوٹ ہے۔ زانی ڈاکو ہے۔ ایک کمزور ارادے والی ذات کو اپنی ہوسناکیوں کا تختۂ مشق بناتا ہے۔ شرم و حیا کی چٹانوں کے نیچے عورت کی فطرت جو قدرتاً دبی ہوئی ہے ان چٹانوں کو بھی پاجی زانی اٹھا لیتا ہے جس کے بعد عورت کے لیے کسی مرد سے خواہ اس کا باپ اور بھائی کیوں نہ ہو حجاب ہی جو حیا دامن گیر ہوتی تھی اب وہ ایک بیباک، فتنہ پرداز عورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اُس کی آنکھوں کا پانی ڈھل جاتا ہے۔ بے حیائی کے کاموں میں دلیر ہو جاتی ہے اور آج عصمت فروشیوں کے سارے بازار جو شہروں میں نظر آتے ہیں درحقیقت زانی مردوں ہی کے کھولے ہوئے بازار تو ہیں۔ یہ سب انہیں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

۴۔ عورت بہرحال کسی خاندان ہی کی ہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی یا ماں ہو گی۔ سوچیے تو سہی کہ زانی مردِ کن رسوائیوں کی سیاہی عورت کے خاندان والوں کے چہروں پر پھیرتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی تک، ان ہی رسوائیوں کے غیر معمولی احساس نے لوگوں کو پہنچا دیا۔

۵۔ اور عورت کسی مرد کی اگر باضابطہ منکوحہ ہے تو دوسرے مفاسد کے ساتھ غیر کے حق ناموس پر یہ کیسی شرمناک مداخلت اور بے جا اور ظالمانہ حملہ ہے۔

۶۔ زنا بچے پر ظلم ہے کیونکہ یا تو اسے ضائع کر دیا جائے گا اور بے قصور قتل کیا جائے گا یا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی نگرانی و تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری کا کوئی

مرکز باقی نہیں رہتا اور کسی طرح بچہ کو پروان چڑھنے کا موقع بھی مل جائے تو سیاہی کے اُس داغ کو اس غریب کی پیشانی سے کون دھو سکتا ہے جو خود اس کے ناجائز باپ کے ہاتھوں اس کی پیشانی پر لگا ہے۔ سوسائٹی میں ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ لبسا اوقات زنا سے پیدا ہونے والے بچے امراض خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں عموماً گونگے، بہرے لنگڑے لڑکے جو پیدا ہوتے ہیں یعنی نوعی کمالات میں سے کسی کمال سے محروم ہو کر پیدا ہوتے ہیں بظاہر قدرت کی تحقیقات کی روشنی میں پتہ چل رہا ہے کہ ان کوتاہیوں کی زیادہ تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن سے گزر کر بچے دُنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کی امانت جن کے سپرد ہوتی ہے امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے پھیلنے پھولنے کا دارومدار ہی جذبۂ امانت کے اس احساس پر مبنی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں ہلکی سی غفلت قوم کو جسمانی دماغی اور رُوحانی بربادیوں کی آندھیوں کے سامنے لے آتی ہے۔

اس مسئلہ کے ہمہ گیری کے لیے "طبیات" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ زنا کا لفظ تو ایک بسیط مختصر سا لفظ ہے لیکن اس کے مفاسد کا دائرہ خاندانوں اور قوموں کو اپنے احاطہ میں عموماً لے آتا ہے۔

زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبویؐ

ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور دریافت کیا کہ آیات بیّنات کیا ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا:

لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقذفوا المحصنة

مشکوٰۃ / بابُ الکبائر

اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ نہ چوری کرو نہ زنا کرو اور نہ کسی پاک دامن کو زنا سے متہم کرو۔

جس سے معلوم ہُوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرتِ انسانی کے لیے واضح اور کھلی ہوئی ہیں ان میں ایک زنا بھی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبر الکبائر کون ہے؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا حالانکہ اسی نے ہی پیدا کیا۔

اُس شخص نے پوچھا۔ اس کے بعد پھر کون سا کام؟

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ ساتھ کھائے گا۔

اس نے پوچھا۔ پھر کون سا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم؟

آپؐ نے فرمایا: تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

مصیبت

حضرت صدیق اکبرؓ جب خلیفۃ المسلمین ہوئے اور بیعتِ عام ہو چکی جس میں تمام مسلمان شریک ہُوئے تو آپؓ ممبر پر تشریف لائے اور بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ ارشاد فرمایا:

دیکھو جس قوم نے بھی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کر دیا ہے اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے۔

پہلے خلیفۂ رسولؐ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں ان کلمات کو فرما کر عصمت و عفت کے متعلق اسلام کے جس نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے اس سے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ عروج و اقبال کی زندگی کے تباہ کرنے میں سیہ کاریوں کو کس حد تک دخل ہے۔ گویا جو کچھ اب پیش آیا اس کی پیشگوئی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ نے کر دی تھی۔

کثرتِ موت اور طاعون

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بھی ارشاد تھا:

(باقی صـ۲۶ پر)

خواجہ حسن ثانی نظامی

(آخری قسط)

مسلمانوں کے رسم و رواج پر ہندوستانی اثرات

(جن کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے)

امیر خسرو اور بسنت

بسنت کا موسمی تیوہار ہندوستان کے مسلمانوں میں آج بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ منایا جاتا ہے اور روایت ہے کہ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اپنے چہیتے اور جواں سال بھانجے کی ناوقت موت کے بعد بہت رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ حضرت امیر خسرو نے اُن کا دل بہلانے اور خوش کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ بسنت کے دن سرسوں کے پھول لے کر آئے اور پیر و مرشد کے قدموں میں رکھ کر جھومنے لگے اور بولے

عرب یار توری بسنت منائی

ہندو اپنے بُت پر پھول چڑھانے جا رہے ہیں۔ میں اپنی صنم کی نذر کرنے کے لیے پھول لایا ہوں، اور پھر یہ شعر گانے لگے

اشک ریز آمد ابر و بہار
ساقیا گل بریزد بادہ بہار

اس دن سے آج تک ہندوستان کی چشتی درگاہوں میں یہ رواج ہے کہ بسنت کے دن ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بھی بسنتی کپڑے پہنتے ہیں یا کم از کم ایک بسنتی رنگ کا رُومال ضرور پاس رکھتے ہیں اور سرسوں کے پھول ہاتھوں میں لیے گاتے جاتے جلوس کی شکل میں بزرگوں کے مزارات پر جاتے ہیں اور پھول چڑھانے کے بعد وہاں قوّالی ہوتی ہے۔ بہت سے شعراء نے اس موقع پر گانے کے کئی شعر کہے ہیں۔ حضرت امیر خسرو کے علاوہ حضرت شاہ نیاز بریلوی اور بہادر شاہ ظفر کی کہی ہوئی بسنت کی چیزیں خاص طور پر مقبول ہیں۔

تہذیبی اتّصال

دو تہذیبوں کے ملنے سے ہندوستان میں ایک دلچسپ صورتِ حال ہے۔ ایک طرف بعض ہندو بزرگوں کو نئی نسل سے شکایت پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ

رام جی نے بٹیا دیا وہ بھی مسلمان کا
پوری کچوری کھاتا نہیں ہے ٹکڑا مانگے نان کا

اور دوسری طرف مسلمان نان چھوڑ کر کچوری کی ورائٹی سے اپنے دسترخوان سجا رہے ہیں۔ شمالی ہندوستان خاص کر دہلی کے مسلمان گھروں میں عید کے دن خستہ کچوریاں بھی اتنی ہی ضروری اور اہم سمجھی جاتی ہیں جتنی سّویاں اور شیر خرما۔

دسترخوان کا رواج

دسترخوان پر الگ الگ پلیٹوں میں کھانا کھانا بھی مسلمانوں کو ہندوستان ہی کی دین ہے۔ یہاں تو الگ الگ کھانے کی ضرورت اُونچ نیچ اور چھوت چھات کے تصوّر سے تھی لیکن مسلمانوں نے اسے ایک نفاست کے طور پر اپنایا۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن نے ہمیں کھلی چھٹی دے دی ہے۔ چاہے الگ کھائیں چاہے مل کر کھائیں۔ اگر سالن سُوکھا ہو تو مل کر کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن شوربے دار سالن میں سب کا ایک ساتھ انگلیاں ڈالنا کراہیت پیدا کرتا ہے۔

ابو الفتح اور ابو الیاس

عربوں میں نمک کو ابو الفتح یعنی ابتداء اور پہل کرنے والی چیز اور لوٹے اور طشت کو ابو الیاس کہتے ہیں یعنی یہ مایوسی کی علامت ہے۔ اس کے بعد کھانے کی کوئی چیز نہیں

لائی جانے گی۔ خواجہ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہندوستانیوں کا ابوالیاس پان ہے کہ اس کو سب سے آخر میں پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے پان سے متعلق ہندوستانی رسموں کو جس بڑے پیمانے پر اختیار کیا غالباً کسی اور رسم کے سلسلے میں یہ کیفیت نہیں رہی۔ دکن میں آج بھی یہ طریقہ ہے کہ مہمان کو آتے ہی پان نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بس! مہمان نوازی تمام ہوئی۔ اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ مرید ہونے کی نیت سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے پاس آئے تھے لیکن حضرت نے ان کے لیے فوراً پان منگایا اور اس سے شیخ منیریؒ نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت نے میری بیعت قبول نہیں کی اور رخصت کا حکم دیدیا۔

پان اور بیڑا

بیڑا اُٹھانے، کل کے لیے پان بنانے اور اپنی یاد دلانے کی کہاوتیں اور لگاوٹیں مسلمانوں کی تہذیب اور لٹریچر کی جان ہیں۔ شادی غمی ہر موقع پر پان کا استعمال ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر دو گھرانوں میں جو لین دین ہوتا ہے وہ پان کے بغیر مکمل نہیں سمجھا جاتا۔ رشتہ مانگنے جاتے تو مٹھائی کے ساتھ پان ضرور ہوتے ہیں اور اگر سامنے والے نے پان رکھ لیے تو یہ امید افزا علامت ہوتی ہے۔ نومولود کو دیکھنے جاتے ہیں تب بھی پان لے جاتے ہیں۔ قبرستان سے گھر واپس آتے ہیں تب بھی اکثر جگہ میت کا وارث پان ہاتھ میں لے کر اپنی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے۔ یہ آبادی اور ہرے بھرے رہنے کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔

علماء اور پان

ایام عزا میں بہت سے لوگ پان چھوڑ دیتے ہیں اور پان کی طلب دھنیے کی بھُنی ہوئی گری، خربوزے کے بیجوں اور کترے ہوئے کھوپرے سے تیار کردہ گوٹے سے پوری کرتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو پان نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طرح کا تقدس حاصل کر لیا ہے اور یہ برگ سبز تحفۂ درویش بن گیا ہے۔ سماع کی محفلوں میں کھانا پینا معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن کلّے میں گلوری دبی ہوئی ہو تو زیادہ اعتراض نہیں ہوتا۔ نئے لوگوں میں بیڑی سگریٹ پان ہی کا قائم مقام ہیں لیکن بزرگوں کے سامنے بیڑی سگریٹ پینا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ پان کھانا بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے علماء کرام میں پان مقبول نہیں ہوتا تو تمبا کو بھی اُن کے منہ نہ چڑھتا۔

دھوتی کا انداز

لباس میں دھوتی یا تہہ بند کا رواج ہندوستان کے طول و عرض میں ہے اور ہر مذہب کے ماننے والوں میں ہے۔ بالکل شمال اور بالکل جنوب میں اس کو باندھنے کی وضع کم و بیش ویسی ہی ہے جیسی دوسرے اسلامی ممالک میں پائی جاتی ہے لیکن ان ممالک میں شلوار اور قمیص اور نیچی قبا وُں کا رواج بھی ہے اور تہہ بند گھریلو سہولت کا لباس زیادہ تر ہے لیکن اس کو باندھنے کی وضع بھی ایسی ہے کہ صرف فرصت میں مفید ہو سکتی ہے۔ بھاگ دوڑ کی زندگی میں سارے کام اس سے سہولت کے ساتھ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہندوستان کے ان علاقوں کے مسلمانوں نے جہاں شلوار پاجامے کا رواج نہیں تھا دھوتی بالکل ہندوانی وضع پر باندھی کیونکہ اس سے کام کاج میں آسانی ہوتی تھی خاص کر قدیم زمانے میں گھوڑے کی سواری اور موجودہ دور میں سائیکل کی سواری میں سہولت رہتی ہے۔ ساڑی کا رواج بھی جو خالص ہندوستانی لباس ہے ہندوستانی مسلمانوں میں بہت زیادہ ہے۔

اسلامی مہینوں کے ناموں کا تغیر

عجیب بات ہے کہ آج کل جبکہ قومی دھارے کا بہت شور ہے گنگا الٹی بہنے لگی ہے اور مسلمانوں کی اکثریت ہندوستانی رسم و رواج سے چونکتی ہے اور پرہیز کی رسم بھی کچھ عرصے سے چل رہی ہے حالانکہ اس زمانے میں جبکہ مسلمان جزو کل کے مختار تھے INDIANIZATION کا عمل بڑی تیزی سے جاری تھا۔ مسلمان عورتوں نے اسلامی قمری ناموں کے عربی نام تک بدل دیے تھے اور اپنی سہولت اور آسانی کے لیے صفر کا نام ...... ربیع الاوّل کا بارہ وفات، ربیع الثانی کا میراں جی، جمادی الاوّل کا مدار، جمادی الثانی کا خواجہ معین الدین چشتی، شعبان کا شبِ برات، شوال کا عید، ذیقعدہ کا خالی اور ذی الحجہ کا بقر عید رکھ لیا تھا اور آج تک عورتوں میں یہی نام مقبول ہیں اور زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ محرم، رجب اور رمضان کے نام بدلنے کی ضرورت اس لیے نہ سمجھی گئی کہ ان مہینوں میں جو رسوم ہوتی ہیں ان کی نمائندگی بڑی حد تک ان ناموں سے ہو جاتی ہے۔

ہندوانہ نام اور طرز تعمیر

قدیم زمانے میں پڑھے لکھے امراء کے طبقے اور اہلِ علم دیندار لوگوں میں بھی امیر، چھجو اور بی بی سانی پسندیدہ نام تھے اب اسی طرح کے نام دیہاتی اور ان پڑھ دین سے کم واقف لوگوں کا حصہ رہ گئے ہیں۔ پہلے مسجدوں کی تعمیر میں ہندو کاریگروں کو اپنے فن کے مظاہرے کی پوری آزادی دی جاتی تھی اور بعض اوقات اس سے آسائش اور ضرورت میں خاصا فائدہ تھا جیسے کہ احمد آباد کی جامع مسجد کہ اس میں ہندو طرز کے ستون کے سامنے سجدہ کرنے میں سخت مشکل ہوتی ہے لیکن اسے گوارا کیا جاتا تھا۔ بعض مسجدوں کے کتبے عربی، فارسی کی بجائے سنسکرت اور دیگر ہندی زبانوں میں لکھے جاتے تھے۔ برہان پور کی عالی شان جامع مسجد کے سنسکرت کتبے اس کا ابھی تک نمونہ ہیں۔

رسمِ سوئم

شادی غمی کی رسموں میں چند نمایاں رسمیں یہ ہیں کہ ہندوؤں میں تیسرے دن مرگھٹ سے راکھ اور ہڈیاں چُنی جاتی ہیں اور انہیں پھول چُننا کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں سوئم کی فاتحہ اور قرآن خوانی بھی پھول سے موسوم ہوئی۔ خان آرزو نے کہا تھا

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

اس دن پھولوں کی چادر اور صندل زعفران وغیرہ سے مرکب خوشبو قبر پر بھیجنا ضروری قرار پایا۔ تیجے کے روز فاتحہ کے بعد پھولوں سے بھری رکابی اور صندل و زعفران کی خوشبو کا پیالہ مجلس کے تمام شرکاء کے سامنے لایا جاتا ہے اور ہر شخص ایک ایک پھول قُلْ ھُوَاللّٰہ پڑھ کر خوشبو کے پیالے میں ڈال دیتا ہے اور یہ خوشبو پھولوں کے ساتھ قبر کی مٹی میں راہنے کے رُخ دفن کر دی جاتی ہے۔

زچگی اور سمو کرشن

لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد مونچھوں کو صندل لگانا اور مونچھوں کے کنڈے کرنا۔ ایام حمل میں ہونے والی ماں کی گود ترکاری اور میووں سے بھرنا بچے کی پیدائش کے بعد زچہ گیریاں کرنا جن میں زیادہ تر کرشن جی کے جنم کی مناسبت سے گیت ہوتے ہیں۔ زچگی کے چھ دن بعد چھٹی چھوچھک کی رسم کرنا جس میں زچہ بچہ غسل کرتے ہیں اور لڑکی کے میکے سے بچے کے لیے اور سمدھیانے والوں کے لیے تحائف آتے ہیں، سب ہندوستانی رسمیں ہیں۔

شادی پر برہمنی چھاپ

شادی بیاہ کی تمام رسمیں ہندوستانی اثر سے بھری پڑی ہیں اور یہ اتنی کثرت سے ہیں اور ہندوستان کے ہر علاقے میں ان کے اندر اتنا تنوع ہے کہ اس کے تذکرے کے لیے شاید ایک علیحدہ مضمون یا علیحدہ کتاب کی ضرورت ہو۔ اس لیے ان کی طرف صرف اشارہ کرنا کافی ہوگا۔ اسلام میں تو شادی صرف ایجاب و قبول ہے باقی جو کچھ ہے سب عجمی، خاص کر ہندوستانی ہے۔ شادی سے پہلے منگنی، پھر بیاہ مانگنا، مائیوں بٹھانا ابٹن کھیلنا۔ برات کو روک کر نیگ مانگنا، شادی کے بعد چوتھی، چالے کی رسمیں، اوّل سے آخر تک ہندوستانی ہیں اور مسلمانوں میں عام طور پر مروّج ہوگئی ہیں۔ حیدرآباد کے امراء میں تو وہ شادی، شادی نہ سمجھی جاتی تھی جس کی رسمیں ایک ماہ تک نہ ہوتی رہتی تھیں اور اس طرح کے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

بقیہ عورت کی عصمت

"زنا کسی قوم میں عام نہیں ہوتا مگر ان میں بکثرت موت ہوتی ہے۔"

ایک لمبی حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عیوب اور اس کے اثرات کو بتایا ہے منجملہ اور باتوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اور کھلم کھلا ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالٰے ان لوگوں کو طاعون (پلیگ) کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خشک سالی

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی قوم میں جب زنا پھیل پڑتا ہے تو اسے قحط سالی کی مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اور رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اس پر خوف طاری کر دیا جاتا ہے۔"

انسان جب عفت وعصمت کے چہرہ کو داغدار بناتا ہے شرعی، دینی حدود کی اس راہ میں پرواہ نہیں کرتا اور جائز ونا جائز کی تفریق مٹا دیتا ہے تو اس وقت پوری قوم فتنہ میں ڈال دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل جو دنیا کی چنی ہوئی امتوں میں ایک خاص تاریخی امت ہے اس میں بھی فتنہ عورتوں ہی کی راہ سے آیا اور فتنہ جب آیا تو پوری کی پوری امت ہی تہس نہس ہو کر رہ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

"دُنیا اور عورتوں سے بچو۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں سے تھا۔"

بقیہ: مسلمانوں کے رسم ورواج..

چونچلے بکثرت ہوتے تھے کہ پیغام کے ساتھ دل لیکا کر بھیجا جاتا تھا اور اس کے جواب میں اگر قبولی پک کر آتی تھی تو رشتہ منظور سمجھا جاتا تھا۔ مہر اور طلاق کے اسلامی قانون کی بے حرمتی اس طرح ہوتی تھی کہ مہر میں ایک بڑی رقم کے ساتھ مچھر کی تولہ بھر چربی بھی لکھی جاتی تھی کہ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے۔ نہ رقم اور نہ مچھر کی چربی فراہم ہو نہ دل پھینک شوہر بیوی کو طلاق دینے کی ہمت کرے لیکن ان میں سے اکثر رسمیں معاشی دباؤ اور اصلاحی تحریکوں کے زیر اثر رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہیں اور دم توڑ رہی ہیں اور زندہ رہنے کے آثار بس اسلام کی سادہ رسموں کے ہی نظر آتے ہیں۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا

میاں محمد اجمل قادری

کا پروگرام

۶ نومبر بروز بدھ بعد نماز ظہر جامعہ فرقانیہ راولپنڈی ضلعی کنونشن بعد عشاء واہ کینٹ جلسہ سیرت النبی۔

۷ نومبر ۱۰ بجے صبح اجتماع کارکنان جمعیۃ علماء اسلام ہری پور ہزارہ

۸ نومبر بعد نماز مغرب مجلس ذکر جامع مسجد قاسمیہ رحمان پورہ لاہور

۱۰/۹ نومبر فیصل آباد۔ جھنگ۔

۱۰ نومبر بعد مغرب چک ۲۱ (احمد نگر) بھکر

۱۱ نومبر بعد نماز فجر درس قرآن جامعہ رشیدیہ بھکر، بعد مغرب مجلس ذکر، اونچی مسجد محلہ انصاریاں چنیوٹ

۱۲ نومبر بعد نماز مغرب درس قرآن شیرانوالہ گیٹ لاہور، رات ایک بجے چیچہ وطنی

۱۳/۱۴ نومبر، بورے والا، دہاڑی میلسی، بھٹینگی جامع مسجد خالد بن ولیدؓ

۱۶ نومبر مکی مسجد رحیم یار خاں

۱۷ نومبر بعد مغرب مجلس ذکر، بعد عشاء جلسہ عام جامعہ قاسمیہ قائم ٹاؤن رتہ روڈ گوجرانوالہ۔

۱۸ نومبر فاروق آباد (چوہڑکانہ)

۱۹ نومبر بعد نماز مغرب درس قرآن جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

۲۲ نومبر متصل نماز عشاء جنوں موم، ضلع سیالکوٹ